چھوڑنے اور اعمالِ صالح کو قبول کرنے پر انسان مائل نہ ہو، حلال وحرام کی پہچان حاصل نہ ہو، غریبوں، ناداروں اور قرابت داروں کے حقوق سے واقفیت پیدا نہ ہو، مظلوموں، بے کسوں اور درمندوں کی آہ وبکا سے سروکار نہ ہو، عفت و پاکدامنی اور اخلاق و کردار سے آراستہ نہ ہو، تو اس علم سے زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی۔ انسانی کمالات حاصل نہیں ہوسکتے، ایسے علم سے انسان کو کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اعضا و جوارح اور عقل وخرد اس لیے عطا کیے کہ وہ ان سے فائدہ اٹھائے، علم حاصل کرے اور زمین پر ذمہ دار اور باشعور مخلوق بن کر زندگی گزارے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴿۷۸﴾ (النحل ۱۶: ۷۸) اور اللہ نے تم کو تمھاری ماؤں کے بطن سے نکالا، تم کچھ نہیں جانتے تھے۔ اور اس نے تم کو کان، آنکھیں اور دل عطا کیے تاکہ تم شکر گزار بنو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے علم نافع عطا کرنے کی دعا مانگی ہے: اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَعَلِّمْنِیْ مَا يَنْفَعُنِیْ (ابن ماجه، باب دعاء رسولؐ) ''اے اللہ جو علم تو نے مجھے عطا کیا ہے اس کو نفع بخش بنا اور مجھے وہ علم عطا کر جو میرے لیے نفع بخش ہو''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بڑی جامع اور معنی خیز دعا ہے۔ اس دعا کی حکمت یہ ہے کہ دنیا میں وہی چیز باقی رہتی ہے جو نفع بخش ہو اور جو چیز نفع بخش نہیں ہوتی وہ دیرپا نہیں ہوتی۔ یعنی بقا کا راز مفید ہونا ہے اور غیر نفع بخش ہونے کا انجام ضائع ہونا ہے۔ قرآن پاک میں ایک خوب صورت مثال کے ذریعے نفع رسانی کے نکتے کو سمجھایا گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۬ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ﴿ؕ۱۷﴾ (الرعد ۱۳: ۱۷) اللہ نے آسمان سے پانی برسایا اور ہر ندی نالہ اپنے ظرف کے مطابق اسے لے کر چل نکلا۔ پھر جب سیلاب اٹھا تو سطح پر جھاگ بھی آ گئے اور ایسے ہی جھاگ ان دھاتوں پر

بھی اٹھتے ہیں جنھیں زیور اور برتن وغیرہ بنانے کے لیے لوگ پگھلایا کرتے ہیں۔ اسی مثال سے اللہ حق اور باطل کے معاملے کو واضح کرتا ہے۔ جو جھاگ ہے وہ اڑ جایا کرتا ہے اور جو چیز انسان کے لیے نافع ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ مثالوں سے اپنی بات سمجھاتا ہے۔

بقاءِ انفع (نفع بخش چیز کا باقی رہنا)

اس دنیا میں بقاء انفع کا اصول رائج ہے، یعنی جو چیز نفع بخش ہے وہ تو باقی رہتی ہے اور جو نافع نہیں ہے وہ اپنی جگہ خالی کر دیتی ہے۔ جس طرح موتی سمندر میں باقی رہ جاتا ہے اور جھاگ ضائع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسانی معاشرے میں نافع چیز اپنے بقا کا سامان رکھتی ہے اور غیر نافع چیز اپنے وجود کا جواز کھو دیتی ہے۔ بے کار چیز کی حفاظت کوئی نہیں کرتا۔ کارآمد چیز کی ہر شخص حفاظت کرتا ہے۔

یہ اصول ہر شعبۂ حیات میں جاری ہے۔ علم کے ساتھ انسان کے اعمال اور اخلاق سب کچھ اس میں شامل ہیں۔ نفع بخش شے کی حفاظت قدرت خود کرتی ہے، جب کہ غیر نفع بخش چیزوں کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتی ہے۔ اسی لیے غیر نفع بخش چیزوں کا وجود وقتی اور عارضی ہوتا ہے اور نفع بخش چیزوں کا وجود پایدار اور دائمی ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ جبریلؑ امین جب پہلی مرتبہ اللہ کا پیغام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غارِ حرا میں تشریف لائے اور آپؐ کو قرآن کی ابتدائی آیات پڑھائیں تو آپؐ کے اوپر خوف اور گھبراہٹ کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ آپؐ واپس گھر تشریف لائے اور اپنی اہلیہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے فرمایا کہ مجھے چادر اُوڑھا دو، مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر فرمایا:

> ہرگز نہیں! اللہ آپؐ کو کبھی رُسوا نہیں کرے گا، کیوں کہ آپؐ صلہ رحمی کرنے والے ہیں اور آپؐ لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کی مدد کرتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور مصیبت کے دن میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔ (بخاری، باب کیف کان بدء الوحی)

یعنی جو شخص انسانی معاشرے کے لیے اتنا مفید اور نفع بخش ہو اللہ اس کو ضائع نہیں کرے گا۔ ایسے شخص کو ضائع کرنے کا مطلب انسانی آبادی کو ضائع کرنا ہے۔ مہربان پروردگار ایسا نہیں

کر سکتا کہ جس کو اپنی محبت اور رحمت سے آباد کیا ہے اسے برباد کر دے۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے سماج کے لیے آپؐ کی مفید خدمات کا حوالہ دیا اور آپؐ کی افادیت کو آپؐ کی بقا کی ضمانت قرار دیا۔ جس معاشرے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے خدمت کرنے والے اور نفع پہنچانے والے لوگ موجود ہوں اس میں اللہ کی رحمت آتی ہے اور ایسے لوگ معاشرے کا حوالہ اور خلاصہ ہوتے ہیں، ان کا وجود معاشرے کے لیے باعث رحمت ہوتا ہے۔

حکمت شریعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ان کی لائی ہوئی شریعت اور عطا کی ہوئی ہدایت بھی نفع بخش ہے۔ رسول پاکؐ نے اس کی مثال بارانِ رحمت سے دی ہے۔ چنانچہ بروایت ابوموسیٰ اشعریؓ رسول کریمؐ نے فرمایا ''اللہ نے مجھے جس علم و ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال زبردست بارش کی ہے جو زمین کو سیراب کرتی ہے۔ ایک زمین اچھی ہے جو پانی قبول کرتی ہے اور خوب سبزہ اور ترکاریاں اُگاتی ہے۔ دوسری زمین اجادب، یعنی پستی ہے جو پانی کو جمع کر لیتی ہے۔ اس سے اللہ لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، لوگ خود سیراب ہوتے ہیں، جانوروں کو پلاتے ہیں، زراعت کرتے ہیں۔ تیسری زمین قیعان، یعنی سنگلاخ ہے، نہ تو پانی کو روک پاتی ہے اور نہ گھاس اُگاتی ہے۔ یہ مثال ہے اس کی جس نے اللہ کے دین کی سمجھ حاصل کی اور میرے لائے ہوئے علم سے فائدہ اٹھایا، خود علم حاصل کیا اور دوسروں کو تعلیم دی، اور اس کی مثال ہے جو اس کی طرف متوجہ نہ ہوا اور اللہ نے میرے ذریعے جو ہدایت بھیجی ہے اسے قبول نہ کیا۔'' (بخاری، کتاب العلم، باب فضل من علم وعلّم)

علم نافع انسان کی دنیاوی زندگی میں بھی باقی رہتا ہے اور انسان کے مرنے کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔ انسان خود تو مر جاتا ہے مگر اس کا فیض جاری رہتا ہے۔ دوسرے لوگ اس سے فیضیاب ہوتے ہیں اور اس کا اجر و ثواب اسے ملتا رہتا ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ بھی منقطع ہو جاتا ہے، سوائے تین عمل کے۔ ایسا علم جس سے دوسرے لوگ فائدہ اٹھائیں یا ایسا صدقہ جس کا فیض جاری رہے یا ایسی نیک صالح اولاد جو مرنے والے کے لیے دعا کرتی رہے''۔ (الصحیح المسلم، کتاب الوصیۃ، باب مایلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ)

علم نافع کی وسعت

علم نافع دونوں طرح کے ہیں۔ ایک وہ علم جو آخرت کے لحاظ سے نفع بخش ہو، نجات کا ذریعہ بنے اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا راستہ دکھائے، ہدایت اور سعادت کی منزل آسان کرے۔ یہ علم وحی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور انبیا علیہم السلام اس کے حامل ہوتے ہیں۔ قرآن کریم اس کا آخری سرچشمہ ہے۔

دوسرا علم نافع وہ ہے جو دنیا میں زندگی گزارنے کے کام آتا ہے اور انسانی زندگی کی تعمیر و ترقی سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ علم بالسعی ہے جو انسان کو مشاہدہ، تجربہ اور کوششوں سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ انسانی تلاش و تحقیق کی پیداوار ہے۔ دینی علوم کی افادیت دائمی ہے، جب کہ عصری علوم کی افادیت زمانے اور ملکی ضرورت کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے۔

علم ریاضی، علم کیمیا، ارضیات، حیوانیات، طبیعیات، سماجیات، صحت، نفسیات، بحریات، فلکیات، شماریات اور اپلائیڈ سائنس وٹکنالوجی سب مفید علوم کا حصّہ ہیں اور انسانی کوششوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ انسانی تمدن اور کائنات کی ترقی ان علوم سے وابستہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ۭ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ۝۲۷ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ۭ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰۗؤُا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝۲۸ (فاطر ۳۵:۲۷-۲۸) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس سے رنگ برنگے پھل نکالے اور پہاڑوں میں گھاٹیاں ہیں، سفید اور سرخ رنگ کی، ان کے رنگ طرح طرح کے ہیں اور کالے بھجنگ ہیں اور آدمیوں اور کیڑوں میں اور حیوانات میں بھی اسی طرح مختلف رنگ ہیں، بے شک اللہ سے ڈرنے والے اس کے بندوں میں وہ ہیں جو علما ہیں، بے شک اللہ غالب اور بخشنے والا ہے۔

مذکورہ آیت میں جن مضامین کا تذکرہ ہے وہ آج کے تعلیمی ماحول میں دنیاوی علوم سمجھے جاتے ہیں۔ یہاں تذکرہ ہے موسم کا، پھل پھول اور ان کے رنگ کا، پہاڑ اور ان کی اقسام کا،

حشرات الارض اور حیوانات کا، انسان اور اس کے رنگ و روپ کا، یہ سب موسمیات، ارضیات، زراعت، حیوانیات اور عمرانیات کے علوم ہیں۔

ان علوم سے جو لوگ اللہ کی معرفت اور خشیت حاصل کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے 'علما' کے لقب سے نوازا ہے، کیوں کہ یہ سب علوم انسانی تمدن کو آگے بڑھاتے ہیں اور خالق کائنات کی معرفت کا حوالہ ہیں۔ ان علوم کی افادیت کا ذکر خود قرآن کریم میں موجود ہے۔ ان علوم کو حاصل کرنے میں دنیا اور آخرت کی سعادت پوشیدہ ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں کہ:

> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ ہر مسلمان کو کچھ تو بنیادی تعلیم دی جائے جو لازمی ہو اور دیگر علوم کے بارے میں بھی اس کے پاس کچھ نہ کچھ معلومات ہوں، جو کسی بھی وقت اس کے کام آسکتی ہیں۔ اس لیے فیصلہ کیا گیا کہ قرآن مجید کو پڑھو، کیوں کہ اس میں تقریباً تمام علوم کا ذکر کیا گیا ہے۔ (خطبات بہاول پور، ص ۳۱۹)

انبیاؑ کا اُسوہ

ان مفید علوم میں زمانے کے گزرنے کے ساتھ اور انسانی دریافت کے آگے بڑھنے کے ساتھ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ انبیا علیہم السلام کو ان کے عہد کی انسانی ضرورتوں کے لحاظ سے بھی علم سے نوازا گیا، مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کو جہاز رانی کے لیے، حضرت موسیٰؑ کو جادوگری کا مقابلہ کرنے کے لیے، حضرت عیسیٰؑ کو بیماروں کو شفایاب کرنے کے لیے، حضرت داؤدؑ کو آلات حرب وضرب بنانے کے لیے، حضرت سلیمانؑ کو پرندوں کی زبان سمجھنے کے لیے خصوصی علم سے نوازا گیا۔

حضرت یوسفؑ جلیل القدر نبی تھے۔ ان کو آخرت کے علم کے علاوہ انسانوں کی مادی نفع رسانی کا بھی علم دیا گیا۔ انھوں نے ایمان داری، وفاداری اور عفت و پاک دامنی کی پاداش میں ظلم وستم کا سامنا کیا اور طویل عرصے تک قید و بند کی مشقت برداشت کی۔

ایک مرتبہ مصر کے بادشاہ نے حیران کن خواب دیکھا اور اس کی تعبیر وزیروں، مشیروں اور دانش وَروں سے پوچھی مگر کوئی نہ بتا سکا۔ جیل کے اندر سے حضرت یوسفؑ نے اس خواب کی تعبیر بتائی۔ بادشاہ نے خواب کی برمحل تعبیر سن کر حضرت یوسفؑ کو اپنا محرم راز اور ندیم خاص بنالیا۔ اس تعبیر کے مطابق سات سال کے بعد ملک مصر میں طویل قحط سالی آئی تو حضرت یوسفؑ نے ملکی خزانے

کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنے علم و امانت سے پورے ملک میں رسد رسانی اور غلے کی فراہمی کا نظم کیا، جس سے سات سالوں تک خوفناک قحط اور خشک سالی کا اثر کم ہو گیا، مصیبت کے مارے ہوئے انسانوں کو زندگی مل گئی اور وہ موت کا لقمہ بننے سے بچ گئے۔(یوسف ۱۲: ۵۴-۵۵)

حضرت یوسفؑ خود قید و بند کے ستم رسیدہ تھے اور اپنے کرم فرماؤں سے زخم کھائے ہوئے تھے، مگر انسانوں کو مصیبت میں مبتلا دیکھا تو اپنا غم بھلا دیا اور اپنے علم سے لوگوں کو راحت رسانی کا کام کیا، اپنے وجود اور اپنے علم کو لوگوں کے لیے سراپا رحمت بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو خواب کی تعبیر کے ساتھ، کھانے پینے کی اشیا کو طویل عرصے تک محفوظ رکھنے یعنی Food Preservation کا علم عطا کیا تھا۔ آپؑ نے ان علوم کے ذریعے ملک کو بربادی اور ہلاکت سے بچا لیا۔ یہ علم نافع کی بہترین مثال ہے۔ درس گاہ نبوت کی یہ تعلیم انسانوں کو روشنی بخشتی ہے کہ وہ ان علوم کو حاصل کریں جن سے انسانوں کی مشکلات دور کی جاسکتی ہیں اور ان کو زندگی، صحت اور راحت عطا کی جاسکتی ہے، نیز اپنی صلاحیت اور لیاقت کو لوگوں کی نفع رسانی کے کام میں لگائیں۔

علم کے اثرات

علم نافع کے ساتھ عمل نافع کی بھی قرآن کی نظر میں یکساں ضرورت ہے۔ دوسرے انسان کی خدمت کرنا، ان کے دُکھ درد میں کام آنا، ان کی ضرورت پوری کرنا اور ان کی بیماری و تکلیف سے شفا پانے میں مدد کرنا انسان کا مشن ہونا چاہیے۔ یہ قرآن کی بنیادی تعلیم کا حصہ ہے، فرمایا:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا۝۸ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا۝۹ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا۝۱۰ (الدھر ۷۶: ۸-۱۰) وہ لوگ اس کی محبت میں مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور زبانِ حال سے کہتے ہیں کہ ہم صرف اللہ کی رضا کے لیے تمھیں کھلاتے ہیں، تم سے کوئی بدلہ اور شکریہ نہیں چاہتے، ہم تو اپنے رب سے اس دن سے ڈرتے ہیں جو نہایت سخت اور اُداسی کا ہوگا۔

آخرت کی سختی اور مصیبت سے بچنے کا راستہ انسانوں کی مدد اور نفع رسانی ہے۔ جو لوگ بندوں کی نفع رسانی کا اہتمام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کی نفع رسانی کا انتظام کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّنْفَعَ اَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ (الصحیح المسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرقیة من العین والنملة والحمة والنظرة) جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچانے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ ضرور نفع پہنچائے۔

انبیا علیہم السلام خاص طور پر نبی آخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرامؓ کی زندگیاں دوسرے کے لیے نفع رساں تھیں۔ آج بھی بڑے بڑے مدارس، یتیم خانے، شفاخانے اور اوقاف کے ادارے مسلمانوں کی نفع رسانی کے عمل سے قائم ہیں۔ ماضی قریب میں کویت کے ایک تاجر شیخ عبداللہ علی المطوع نے اپنی وفات سے پہلے اپنی جایداد کا بڑا حصّہ فلسطین اور چیچنیا کے یتیموں اور بیواؤں کے لیے وقف کر دیا۔ وہ پوری زندگی خیرات کرتے رہے اور اموال صدقات سے دنیا بھر کے اداروں اور تنظیموں کی مدد کرتے رہے۔

دعوتِ دین

نفع رسانی کا تیسرا پہلو دعوت دین ہے۔ انسانوں کو دنیا کی مشکلات کے ساتھ آخرت کی مشکلات سے بچانا اور ان کو نجات کا راستہ دکھانا، نارِ جہنم سے بچانا اور رضاے الٰہی سے ہم کنار کرانا سب سے بڑی نفع رسانی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۰۸ (یوسف ۱۲:۱۰۸) آپ کہہ دیجیے کہ یہ میری راہ ہے کہ میں بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں اور میرے ساتھی بھی اور اللہ پاک ہے، اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

ایسا شخص جو دوسروں کو عذاب جہنم سے نجات کی دعوت دیتا ہے اور خود بھی اس پر عمل کرتا ہے وہ سماج کا بہترین انسان ہے۔ قرآن پاک میں اس کے بارے میں کہا گیا ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۳۳ (حٰم سجدہ ۴۱:۳۳) اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں۔

اسلامک ریسرچ اکیڈمی کراچی کی مطبوعات... ہر خاتون، ہر خاندان کے لیے!

بُک سیلرز کے لیے (اور زیادہ تعداد میں خریداری پر) خصوصی رعایت!

قُرآن کا نظامِ خاندان	30/=
اسلام کا عائلی نِظام	180/=
عورت اور اسلام	150/=
مسلمان عورت کے حُقوق	200/=
مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں	40/=
خانگی زندگی اور أسوۂ حسنہ	40/=
خاندان کو لاحق خطرات اور مُمکنہ لائحہ عمل	30/=
گھریلو تشدّد اور اسلام	60/=
مَردوں کا جہاں اور ہے عورتوں کا جہاں اور	500/=
تحریکِ حقوقِ نِسواں	200/=
بچّے اور اسلام	20/=
آزاد بچّے، آزاد والدین	350/=
بچّوں سے گفتگو کیسے کریں؟	200/=
بچّوں کو کہنا ماننا کیسے سِکھائیں؟	160/=
اسلام میں بچّوں کے حُقوق اور تحفظ	70/=
بچّوں میں خَوف	150/=
بچّوں کے ذہنی اَمراض	300/=
کِھلتی کلیاں مہکتے پُھول	60/=

اور دیگر بیسیوں کتابیں اور کتابچے، قاری کے لیے مفید اور کتب خانے کی زینت!

اکیڈمی بُک سینٹر

ڈی-۳۵، بلاک-۵، فیڈرل بی ایریا، کراچی-فون: ۳۶۸۰۹۲۰۱(۲۱-۹۲)
برقی پتا: irak.pk@gmail.com، ویب گاہ: www.irak.pk

درج ذیل مکتبوں سے بھی ہماری مطبوعات حاصل کی جاسکتی ہیں:

کراچی فضلی سنز-اردو بازار- 32212991 || دارالاشاعت-اردو بازار- 32213768 || ویلکم بک پورٹ-اردو بازار- 32633151
لاہور اسلامک پبلی کیشنز-منصورہ، ملتان روڈ- 2-35252501 || ادارہ مطبوعاتِ طلبہ-A-1، ذیلدار پارک، اچھرہ- 37553991
اسلام آباد ملت پبلی کیشنز، فیصل مسجد-فون: 051-2254111 || **جہلم** بک کارنر، بک اسٹریٹ-فون: 0321-5777931

ریاستِ مدینہ کی خصوصیات

سیّد اسعد گیلانی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاریخِ انسانیت کی ۲۳ سالہ قلیل ترین مدت میں جو عظیم الشان انقلاب برپا کیا وہ اپنی نوعیت، کیفیت، جدوجہد اور نتائج کے اعتبار سے اتنا حیران کن ہے کہ اس کی نظیر تاریخِ عالم میں کہیں موجود نہیں ہے۔ جب ہم اس انقلاب کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتے ہیں توحقیقتاً اس کے سوا کسی دوسرے انقلاب پر لفظ انقلاب کا اطلاق ہی درست معلوم نہیں ہوتا۔ اگر یہ بات کہی جائے کہ اب تک انسانیت کی تاریخ صرف ایک ہی حقیقی انقلاب سے آشنا ہے تو یہ کوئی مبالغہ آمیز بات نہیں ہے اور نہ اس کا انکار آسان ہے۔ اس لیے کہ اب تک دنیا میں انقلاب کا مفہوم صرف اسی قدر سمجھا جاتا ہے کہ انسانوں پر غالب اور مسلّط، پہلے اقتدار کو بے دخل کر کے ایک دوسرا اقتدار ان پر مسلّط کر دیا جائے۔ یہ کام جس قدر اچانک ہو اور اس میں جس قدر زیادہ خون خرابہ ہو اسی قدر بڑا انقلاب سمجھ لیا جاتا ہے۔ حالاں کہ فساد فی الارض، ہلاکتِ انسانی، ضیاعِ جان و مال و عزت و آبرو، انسانی بستیوں کی بربادی اور ظالموں کے ایک گروہ کے بعد ظالموں کے ہی کسی دوسرے گروہ کے مسلط ہوجانے سے انسانیت کی قسمت میں وہ کون سا تغیر واقع ہوجاتا ہے جس کی بنا پر اسے انقلاب کہا جاسکے۔

البتہ ایک ایسی جدوجہد جس کے نتیجے میں پرانا، بداخلاق اور بدکردار انسان یکسر ایک نئے پابندِ اخلاق انسان کا رُوپ دھار لے۔ قدیم رسموں اور عصبیتوں کا مارا ہوا اور اخلاقی خرابیوں میں ملوث انسانی معاشرہ سارے بوجھ اُتار کر سیدھا سادا خداپرست، شریف اور پابندِ اخلاق معاشرہ بن جائے جس میں خداترسی، ہمدردی، اخوت، مساوات، مسئولیت، آخرت کی جواب دہی، نیکی اور

خیر خواہی کی قدریں جاگزیں ہوجائیں۔ ظالم اور جابر حکام کی بجائے خدا ترس اور نیک حاکم کا ٹھنڈا سایہ انسانوں کو میسر آجائے اور جانب دارانہ، سنگدلانہ اور متعصّبانہ قوانین کے بجاے مساواتِ انسانی پر مبنی غیر جانب دارانہ، خداترسانہ اور رحمدلانہ قوانین انسانوں میں رائج ہوجائیں—— تو اس کو حقیقی طور پر انقلاب کہا جاسکتا ہے۔ پھر جب یہ بات معلوم ہو کہ یہ کام صرف ۲۳ برسوں کی مختصر مدت میں ہوگیا تو انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ پھر جب مزید یہ پتا چلے کہ یہ سب کچھ پُرامن طور پر بلاخون خرابے کے ہوا اور ۲۷ غزوات اور ۵۴ سرایا میں صرف چند سو انسان دوطرفہ کام آئے تو انسانی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہتی۔ اس ساری انقلابی جدوجہد کا مطالعہ کرنے کے بعد انسان بے ساختہ یہ بات کہنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ اگر تاریخ انسانی میں کوئی حقیقی انقلاب برپا ہوا ہے تو فقط یہی انقلاب ہے باقی جو کچھ ہے وہ ساری کش مکش اقتدار اور خون خرابی کی داستان ہے....

اس سے پہلے کہ ہم مدینہ کی عظیم الشان اسلامی ریاست کے قیام کی تدابیر اور اسلامی نظام کے اجرا کی حکمتوں اور مختلف جہتوں پر بحث کریں خود اسلامی ریاست کی بعض خصوصیات کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یہ اندازہ کرنا نہایت ضروری ہے کہ صرف چند برسوں میں ایسا حیرت انگیز کارنامہ سرانجام دینا کتنی زبردست جدوجہد، بصیرت، تدبر، حکمت، دانش اور بے نظیر رہنمائی اور قیادت کا نتیجہ ہے۔ یہ انقلاب انسانی تاریخ میں اب تک منفرد واقعہ ہے جیسے کہ انسائی کلوپیڈیا برٹانیکا نے لکھا ہے: ''یہ وہ کامیابی ہے جو آپ سے قبل کسی دور میں بھی کسی دینی معلّم کو حاصل نہ ہوسکی تھی''۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کی نظیر بنی نوع انسان زمین پر آج تک پیش نہیں کرسکے ہیں۔ ایک فرد فی قوم اُٹھ کر اپنی بات کہتا ہے۔ پوری قوم مزاحمت کرتی ہے اور ۲۳ سال کی قلیل مدت میں اس کے پیش کردہ نظریے کے عین مطابق افراد ڈھل جاتے ہیں۔ معاشرہ بدل جاتا ہے۔ قوانین کا اجراء ہوجاتا ہے۔ تصوراتِ اخلاق و کردار اور معیشت و معاشرت و سیاست و تہذیب و تمدن سب بدل جاتے ہیں۔ اس انقلاب سے ۲۵ سال پہلے کا انسان یکبارگی قبر میں سے اُٹھ کر اگر واپس اس سرزمین میں آتا تو اس بدلے ہوئے ماحول کو دیکھ کر کبھی باور نہ کرسکتا کہ وہ کھلی آنکھوں کے ساتھ عالمِ بیداری میں ایسا عظیم الشان تغیر انسانی زندگی میں دیکھ رہا تھا اور وہ واقعی اس سرزمین میں واپس آیا تھا جس سے وہ رخصت ہوا تھا۔